بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ارباب علم دوستوں اور بزرگوں کی طرف سے آئے دن ایسے خطوط ملتے رہتے ہیں جن میں برہان کے مضامین ومقالات کی نسبت حوصلہ افزا کلمات ہوتے ہیں۔ لیکن ان کو شائع کرنا تو کجا ان کا ذکر تک بھی نہیں کیا جاتا۔ لیکن آج ایک خاص مقصد کے پیش نظر ہم ایک خط شائع کرتے ہیں جو برہان کی اشاعت گذشتہ کے ایک مقالہ "حضرت علیؓ کا نکاح ثانی" کے متعلق وصول ہوا ہے۔ یہ عنایت نامہ سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ کا ہے جو اردو کی صحافتی برادری کے ایک نہایت دیرینہ اور بڑے ہی مخلص رکن ہیں۔ جناب موصوف ایک نصف صدی سے "رہنمائے تعلیم" مجلہ کے ذریعہ اردو زبان اور اخلاق و تعلیم کی مفید خدمات بڑے استقلال و ہمت و پامردی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ اصل وطن مالوف لاہور ہے ۱۹۴۷ء کے انقلاب سے ترک وطن پر مجبور ہو کر دہلی میں آ بسے اور "رہنمائے تعلیم" اب دہلی سے ہی نکل رہا ہے۔ جناب موصوف سے اس حیثیت کے ساتھ مجھ کو تعارف بچپن سے ہے لیکن افسوس ہے کہ ملاقات کا موقع آج تک ایک مرتبہ بھی نہیں مل سکا۔

بہر حال اس مختصر تعارف کے بعد اب خط کا مضمون سنیئے

"مجھے معاف کیجئے میں آپ کے بے حد قیمتی وقت کا ذرا سا حصہ اس کارڈ کے پڑھنے کے لئے لینے کی جسارت کر رہا ہوں۔ میں مجبور ہوں اور اپنے جذبہ کو پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں کیوں کہ "ہر کس بخیال خویش خبطے دارد" واقعہ یہ ہے کہ میں آپ کے تازہ "برہان" کے مطالعہ سے اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ خواہ مخواہ اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔ یوں تو آپ ہر مضمون کو ہی نہایت وضاحت اور صاف دماغی کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور ہمیشہ یہی ہوتا رہتا ہے مگر میں تازہ پرچہ کے مضمون "حضرت علیؓ کا نکاح ثانی" از صفحہ ۴۹ تا صفحہ ۵۸ کو پڑھ کر تو کہہ نہیں سکتا کہ کس درجہ متاثر ہوا ہوں۔ بہن آمنہ عفت کے سوالات کا جواب جو آپ نے دیا ہے وہ نہایت واضح مدلل اور واقعات و

حوالہ جات کی بناء پر دیا ہے ۔ مذہبی نقطۂ نگاہ کے علاوہ آپ کے مضمون میں اخلاق کو بھی بہت زیادہ وقار حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ مجھے آپ کے طرز بیان اور بیان کے ذہن نشین کرنے کے طریق پر نہایت مسرت ہو رہی ہے ۔ آخر میں بہن محترمہ کی تسلی و تشفی کے لئے سورج والی مثال ہی کافی ثبوت ہے کہ وہ اپنے اعتراضات کو فوراً واپس لے لیں بلکہ غلط فہمی کی بناء پر انھوں نے جو مشکوک صورت حال پیدا کردی ہے اس سے توبہ کرلیں ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس مضمون کو اپنے رسالہ "رہنمائے تعلیم" میں درج کرکے بہت سے پڑھنے والوں کو اس اخلاقی سبق سے عبرت حاصل کرنے کا موقع دوں"

جگت سنگھ ۲۰ر جنوری ۱۹۵۳ء

اس خط سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ کوئی بات خواہ کیسی ہی مذہبی ہو لیکن انصاف دیانت اور سچائی سے کہی جائے تو اس کا اثر ہر مذہب کے پیرو پر ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا دل تعصب کے زنگ سے پاک و صاف ہو، دوسری بات جو بہت زیادہ خوش آیند ہے وہ یہ ہے کہ آمنہ عفت کے بعض الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو کسی قدر گستاخی کا پہلو نکلتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جناب سردار صاحب موصوف کے دل کو ان سے ایسی ہی تکلیف پہنچی ہے جیسی کہ کسی عاشقِ رسول مسلمان کو پہنچ سکتی ہے ۔ بلاشبہ موصوف کا یہ جذبہ آپ کی نیک دلی اور نیک طبعی کا سب سے بڑا ثبوت اور لائقِ صد تحسین ہے ہماری موجودہ نسل کو سردار صاحب جیسے بزرگوں کی نیک دلی اور بلند اخلاقی سے سبق لینا چاہئے ۔

اب چونکہ ذکر آگیا ہے تو اگرچہ میں طبعاً اس کی اشاعت پسند نہیں کرتا تھا تاہم سردار صاحب اور ان جیسے دوسرے حضرات کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں کہ میں نے عزیزہ آمنہ عفت کو ان کے خط کا جواب اکتوبر ۱۹۵۲ء میں ہی لکھ دیا تھا اور میرا ارادہ ہرگز نہیں تھا کہ اسے "برہان" میں شائع کروں ۔ لیکن آں عزیزہ نے خط کے اس حصہ کی "برہان" میں اشاعت پر اس قدر اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا ۔ بہرحال ان پر میرے خط کا کیا اثر ہوا اس کا اندازہ ان کے خط کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوگا جو میرے خط کے

جواب میں اکتوبر میں ہی آیا تھا :۔

"نہ جانے آپ نے خط کس گھڑی اور کس دل سے لکھا تھا کہ پڑھتے ہی حالت غیر ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے سینہ میں خنجر بھونک دیا ہے۔ تین چار دن تو یہ کیفیت رہی کہ جہاں حضور پُر نور یا خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کا نام نامی زبان پر آیا اور بے ساختہ آنسو رواں ہو گئے اور ہچکی بندھ گئی گویا میری حالت ہو بہو اس شعر کا مصداق ہو گئی۔

جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آوے ۔۔۔ اس طرح سے جینے کو کہاں سے جگر آوے

اب اگرچہ وہ کیفیت نہیں ہے تاہم یہ گنہگار دل حب نبوی و حب اہل بیت کی غیر معمولی سی روشنی سے منور ہے اور میں اکثر درود و سلام پڑھتی رہتی ہوں"۔

امید ہے کہ اس اقتباس کے بعد سردار صاحب اور دوسرے حضرات کو اطمینان ہو جائے گا

جہاں تک اس ناچیز کا تعلق ہے بس یہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس کی تحریر سے کسی ایک دل میں بھی عشق و محبتِ نبوی کا کوئی چراغ روشن ہو سکا ہے تو "شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم"

وَکَفٰی بِہٖ فَخْراً

غلامانِ اسلام

اسّی کے قریب ان صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہا اور محدثین اور ارباب کشف و کرامات اور اصحاب علم و ادب کے سوانح حیات اور کمالات و فضائل بڑی تحقیق و تدقیق سے جمع کئے گئے ہیں جنہوں نے غلام یا آزاد کردہ غلام ہونے کے باوجود ملت کی عظیم الشان خدمتیں انجام دیں جنہیں اسلامی سوسائٹی کے ہر دور میں عظمت و اقتدار کا فلک الافلاک سمجھا گیا اور جن کے علمی، مذہبی، تاریخی اور سماجی کارنامے اس قدر شاندار اور اس قدر روشن ہیں کہ ان کی غلامی پر آزادی کو رشک کرنے کا حق ہے اور بجا ہے یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی محققانہ دلچسپ اور معلومات سے بھرپور کتاب اس موضوع پر اب تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی اس کے مطالعہ سے غلامانِ اسلام کے حیرت انگیز اور شاندار کارناموں کا نقشہ آنکھوں میں سما جاتا ہے دوسرا ایڈیشن صفحات ۴۸۰ بڑی تقطیع قیمت پانچ روپے آٹھ آنے مجلد چھ روپے

۴